علمی تحقیق

پہلی قسط

مسجدِ نبوی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) میں نماز کا ثواب

مولانا محمد معاویہ سعدی

استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم کی اہمیت کے پیش نظر پوری دنیا کے اہل علم حدیث اور فن حدیث کے سلسلہ میں استصواب کے لئے مختلف سوالات شعبہ کو ارسال کرتے ہیں، پوری تحقیق اور علمی دیانتداری کے ساتھ یہاں سے اس کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

جنوبی افریقہ سے ایک عالم دین نے مندرجہ ذیل سوالات ارسال کئے تھے شعبہ کے استاذ رفیق گرامی منزلت مولانا محمد معاویہ سعدی نے پوری تحقیق کے ساتھ اس کے جوابات لکھے جو ان کو بھیج دیئے گئے، الحمد للہ انھیں اطمینان ہوا۔

"علمی تحقیق" عنوان کے تحت وہی سوالات وجوابات قارئین ماہنامہ کے استفادہ کے لئے پیش کئے جارہے ہیں۔ عبد اللہ خالد قاسمی خیر آبادی

سؤال: (۱) مسجدِ نبوی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) میں نماز کی فضیلت سے متعلق جو متعدد روایات وارد ہوئی ہیں اُن کی کیا حیثیت ہے، اور اُن میں کونسی روایت راجح ہے؟

(۲) بابِ فضائل میں اگر حدیثِ ضعیف، حدیثِ صحیح کے معارض ہوجائے تو کیا اس کو تعارض مان کر حدیثِ صحیح کو ترجیح دی جائے گی، یا دونوں حدیثوں پر عمل کیا جائے گا؟

(۳) "لا مفهوم للعدد" جو اصول ہے، اس کا مطلب اور محمل کیا ہے؟

جواب (بعون الملك الوهاب الملهم للصواب):

۱ـ جاننا چاہیے کہ احادیثِ صحیحہ میں "عام مساجدِ جمعہ وجماعت" کے علاوہ، بحیثیتِ مجموعی تین خاص مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلتیں وارِد ہوئی ہیں: مسجدِ حرام، مسجد نبوی، مسجدِ اقصیٰ۔

مسجدِ نبوی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) میں نماز کی فضیلت سے متعلق مختلف حدیثیں وارِد ہوئی ہیں، جن میں سے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بخاری (۱۱۹۰)، مسلم (۱۳۹۴)، ترمذی (۳۲۵) اور نسائی (۶۹۴) وغیرہ میں ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

صلاة في مسجدي هذا خير من ألف صلاة - أو كألف صلاة - فيما سواه من المساجد، إلا أن يكون المسجدَ الحرامَ. واللفظ لمسلم.

میری اِس مسجد میں ایک نماز ''خیر'' ہے (اور بعض روایات کے مطابق ''افضل'' ہے) اِس کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازوں سے (یا فرمایا کہ دیگر مساجد کی ایک ہزار نمازوں کی طرح ہے) سوائے مسجدِ حرام کے۔

اِسی طرح کا مضمون مسلم (۱۳۹۵) ونسائی (۲۸۹۷) میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں، اور مسلم (۱۳۹۶)، ونسائی (۲۸۹۸) ہی میں حضرت میمونہؓ کی حدیث میں بھی وارِد ہوا ہے، اِن کے علاوہ یہ مضمون حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوسعید خدری، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم، اور بعض دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے۔

مذکورہ بالا روایات کا حاصل یہ ہے کہ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنا دیگر مساجد کے مقابلے میں ایک ہزار گنا افضل ہے، مگر مسجدِ حرام اِس تقابل اور تضاعُف سے مستثنیٰ ہے، اَب مسجدِ حرام میں اور مسجدِ نبوی میں آپس میں کیا نسبت ہوگی؟ اِس میں تین اِحتمال ہیں:

ایک یہ کہ دونوں کا ثواب برابر ہو۔

دوسرے یہ کہ مسجدِ نبوی کا ثواب مسجدِ حرام سے زیادہ ہو۔

تیسرے یہ کہ مسجدِ حرام کا ثواب مسجدِ نبوی سے زیادہ ہو۔

۱-: علامہ ابن حزم ظاہریؒ (المحلی ۵/۳۳۱) اور ابن بطالؒ وغیرہ بعض حضرات تساوِی ہی کے قائل ہیں، کہ جب تینوں ہی اِحتمالات موجود ہیں تو کسی ایک کو ترجیح کیوں کردی جاسکتی ہے؟ لہٰذا دونوں کا ثواب برابر مانا جائے!۔

مگر اِس رائے کو جمہور علماء نے دیگر دلائل کی روشنی میں ردّ فرمادیا ہے۔

۲-: علامہ مازریؒ، قاضی عیاضؒ، اور قرطبیؒ وغیرہ (بہت سے شراحِ مسلم وعلمائے مالکیہ) نے پورے جزم کے ساتھ دوسرے اِحتمال کو راجح قرار دیا ہے، کہ مسجدِ نبوی کا ثواب مسجدِ حرام سے بھی زیادہ ہے، بس فرق یہ ہے کہ دیگر مساجد کے مقابلہ میں مسجدِ نبوی کا ثواب ایک ہزار گنا ہے تو مسجدِ حرام کے بالمقابل ایک ہزار سے کم (مثلاً: سو گنا، یا نو سو گنا) ہوگا!۔ امام مالک کے شاگرد عبداللہ بن نافعؒ کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب ہے: فإن الصلاة في مسجدي أفضل من الصلاة فيه بدون ألف صلاة۔

اِن حضرات نے اِسی کو حضرت عمرؓ، بعض اور صحابہؓ، امام مالکؒ اور اکثر اہلِ مدینہ کا مذہب قرار دیا

ہے، اور وہ اس کے لیے تین دلیلیں پیش فرماتے ہیں:

پہلی دلیل: حضرت عمرؓ کا اثر، جس میں آپ سے مسجدِ حرام کا ثواب دیگر مساجد کے بالمقابل سو گنا نقل کیا گیا ہے، اِس سے معلوم ہوا کہ مسجدِ نبوی کا ثواب دیگر مساجد کے مقابلے میں تو ایک ہزار ہوگا، مگر مسجدِ حرام کے مقابلے میں صرف نو سو گنا ہوگا، پورے ایک ہزار گنا نہ ہوگا۔

دوسری دلیل: حضرت ابوہریرہؓ کی مذکورہ بالا روایت کے آخر میں مسلم ونسائی میں یہ زیادتی بھی ہے: فإني آخِرُ الأنبياء، وإن مَسجِدي آخِرُ المساجِدِ. تو اِس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی کی فضیلت کی وجہ یہ بتلائی کہ جیسے میں آخری نبی ہوں، ایسے ہی وہ آخری (آسمانی) مسجد ہے (جو وَحی کی بنیاد پر تعمیر کی گئی ہے)۔

اور یہ معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "خاتم النبیین" ہونے کی وجہ سے "افضل الانبیاء" ہیں، لہٰذا آپ کی مسجد بھی "خاتم المساجد" ہونے کی بنا پر "افضل المساجد" ہوئی۔

تیسری دلیل: مسجدِ حرام کا استثناء "فیما سواہ من المساجد" سے کیا گیا ہے، اور دیگر مساجد جب مسجدِ نبوی کے مقابلے میں مفضول (اور اجر میں کم) ہیں، تو مستثنیٰ کا حکم بھی مستثنیٰ منہ والا ہی ہوگا، کہ وہ بھی مفضول ٹھہرے گا، لہٰذا مسجدِ حرام کی نماز کا ثواب مسجدِ نبوی کے ثواب سے کم ہی ہوگا (انظر: شروح صحیح مسلم: المُعلم للمازری ۵۵۶، وإکمال المعلم للقاضی عیاض ۳۹۴/۱، والمفہم للقرطبی ۱۲۴۶)۔

مذہبِ جمہور:

۳- جمہور علماء کے نزدیک بہت سی صحیح اور صریح احادیث کی بنا پر (جیسا کہ آئندہ آئیں گی) تیسرا اِحتمال کہ "مسجدِ حرام کا ثواب مسجدِ نبوی سے زیادہ ہے" یہ ہی متعین ہے، اور اِس کے علاوہ دونوں اِحتمال یا فاسد ہیں، یا مرجوح، جیسا کہ تفصیل آگے آتی ہے اِن شاء اللہ۔

تفضیلِ مسجدِ نبوی کے قائلین کے مذکورہ دلائل کا جواب:

پہلی دلیل کا جواب: جہاں تک حضرت عمرؓ کے اثر کی بات ہے تو اُس کو حافظ ابن عبد البر مالکیؒ نے متن وسند ہر دو لحاظ سے مضطرب قرار دیا ہے: متن کے پہلو سے تو اِس معنیٰ کر کہ اگر اُس کے بعض طرق میں حضرتِ عمرؓ سے مذکورہ بالا مضمون آیا ہے تو دیگر بعض طرق میں حدیثِ مشہور کے مطابق یہ الفاظ بھی وارِد

ہوتے ہیں: ”صلاة في المسجد الحرام أفضل من ألفِ صلاة فيما سواه إلا مسجد الرسول، فإنما فضلُه عليه بمئةِ صلاة“۔ اور سند کے پہلو سے اِس طور پر کہ اس کے بعض طرق میں ”عن عطاء، عن عبد الله بن الزبير، عن عمر“، بعض میں ”عن عطاء، عن عبد الله بن الزبير، عن ابن عمر“، اور بعض میں ”عن عطاء، عن عبد الله بن الزبير، عن النبي صلى الله عليه وسلم“ آیا ہے۔(التمہید ۲۰/۶-۲۲،والاستذکار ۲/۴۶۱)۔

دوسری دلیل کا جواب: احقر راقم السطور عرض کرتا ہے کہ دوسری دلیل کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ اگر مسجدِ نبوی کی فضیلت ”نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم“ کی وجہ سے ہے، تو مسجدِ حرام کی فضیلت ”نسبتِ باری تعالیٰ“ کی بنا پر ہے، جیسا کہ بخاری (۱۰۴) ومسلم (۱۳۵۴) کی حدیث میں ہے: إن مكة حرَّمَها الله، ولم يُحَرِّمها الناس (بے شک مکہ کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے، انسانوں نے نہیں)، تو نسبتوں کے اختلاف سے جو فرقِ مراتب قرآن وحدیث کے مابین پایا جاتا ہے، وہی یہاں بھی ہونا چاہیے۔ واللہ اعلم

تیسری دلیل کا جواب: مشہور قاعدہ ہے: إذا جاء النص بطل القياس (جب کسی محتمل مسئلہ سے متعلق واضح تصریح موجود ہو تو قیاس لگانے کی ضرورت ہی نہیں ہے)، چوں کہ یہاں مستثنیٰ منہ کے مرتبہ کی تعیین سے متعلق مستقل نصوص موجود ہیں، اِس لیے اُن کے ہوتے ہوئے اِستثناء اور مستثنیٰ کے عام قواعد کی طرف رجوع کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔

حافظ ابن عبد البر مالکیؒ فرماتے ہیں:

... لا مدخل فيها للنظر، إنما تعرف الفضائل في مثل ذلك بالتوقيف، لا بالاستنباط والاجتهاد (الاستذکار ۲/۴۶۰) (اِس طرح کے مسائل میں قیاس کا کوئی دخل نہیں ہوتا، فضائل: خبر اور توقیف سے جانے جاتے ہیں، استنباط اور اجتہاد سے نہیں)۔

علامہ سندیؒ حاشیۂ سُننِ ابن ماجہ میں فرماتے ہیں:

... ما سيجيء من حديث جابر في الكتاب نصّ في الباب، فلا ينبغي التكلم بغيره (رقم الحديث ۱۴۰۴) (حدیثِ جابر (وغیرہ) کے حوالے سے کتاب میں جو تصریح آرہی ہے وہ نص فی الباب ہے، اِس لیے اس کے علاوہ کسی اور بات کا قائل ہونا مناسب ہی نہیں ہے)۔

چنانچہ ”مسندِ احمد“ (۴۸۳۸ طبع الأرنؤوط) میں حضرت ابن عمرؓ سے بسندِ صحیح مروی ہے: عن النبي

صلى الله عليه وسلم أنه قال: صلاة في مسجدي هذا أفضل من ألف صلاة فيما سواه من المساجد، إلا المسجد الحرام فهو أفضل (میری اِس مسجد میں نماز دیگر مساجد کے بالمقابل ایک ہزار گُنا افضل ہے، سوائے مسجدِ حرام کے، کہ وہ (اِس سے بھی) افضل ہے)۔

اس کے حاشیہ میں علامہ سندیؒ فرماتے ہیں :

أي: فالمسجد الحرام: الصلاةُ فيه أفضل من الصلاة في مسجدي، ولا يخفى أن هذا تصريح بما قُصِد بالاستثناء، فعليه التعويل، وبه قال الجمهور (...اِس حدیث میں اِستثناء کی مراد کی وضاحت آ گئی، لہٰذا یہی معتمد ہوگی، اور اِسی کے جمہور قائل بھی ہیں)۔

مسجدِ حرام کی صریح افضلیت کا یہ مضمون مسندِ احمد (۱۶۱۱۷)، اور صحیح ابن حبان (۱۶۲۰) میں سندِ صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی روایت میں بھی آیا ہے... :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صلاة في مسجدي هذا أفضلُ من ألفِ صلاةٍ فيما سواه من المساجد، إلا المسجد الحرام، وصلاة في المسجد الحرام أفضل من مئةِ صلاةٍ في هذا (میری اِس مسجد میں ایک نماز دیگر مساجد کے بالمقابل ایک ہزار گُنا افضل ہے، سوائے مسجدِ حرام کے، اور مسجدِ حرام میں ایک نماز اِس مسجد (نبوی) میں سو نماز سے زیادہ افضل ہے)۔

نیز مسند احمد (۱۴۶۹۴)، ابن ماجہ (۱۴۰۶) اور بہت سی کتابوں میں بروایتِ ثقات حضرت جابرؓ کی روایت میں بھی یہی مضمون وارِد ہوا ہے، البتہ اس میں الفاظ اِس طرح ہیں :

...وصلاة في المسجد الحرام أفضل من مئةِ ألف صلاة (اور مسجدِ حرام کی ایک نماز ایک لاکھ گُنا افضل ہے)۔

مگر طحاوی کی ”شرح معانی الآثار“ (۴۸۰۲)، اور ”شرحِ مشکل الآثار“ (۵۹۹) میں ”أفضلُ من مئةِ صلاة“ (”ایک لاکھ گُنا“ کے بجائے ”سو گُنا“) ہی واقع ہوا ہے، اِسی طرح مسندِ احمد اور ابن ماجہ کے نسخوں میں بھی اختلاف ہے۔

اِس اختلاف کو حل کرتے ہوئے حافظ صاحبؒ ”فتح الباری“ (۱۱۹۰) میں فرماتے ہیں: فعلى الأول: معناه: فيما سواه إلا مسجد المدينة، وعلى الثاني: معناه: من مئة صلاة في مسجد المدينة

(یعنی: مسجدِ حرام کا ثواب "ایک لاکھ گنا" تو دیگر مساجد کے مقابلہ میں ہوگا، اور "سو گنا" مسجدِ نبوی کے بالمقابل ہوگا)۔

علامہ سندیؒ فرماتے ہیں: قلت: والتوفيق بينهما بحمل مئة صلاة على أنها مئة بالنظر إلى مسجده صلى الله عليه وسلم، فصارت مئة ألف بالنظر إلى المساجد الأخرى، والله تعالى اعلم (میں کہتا ہوں کہ دونوں کے درمیان تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ "سو گنے زائد ثواب" والی روایت مسجدِ نبوی کے بالمقابل ہو، اور چوں کہ مسجدِ نبوی کا ثواب دیگر مساجد کے مقابلے میں "ایک ہزار گنا" ہے، اِس اعتبار سے مسجدِ حرام کا ثواب دیگر مساجد کے مقابلہ میں "ایک لاکھ گنا" ہوگیا۔ واللہ اعلم (حاشیہ مسند، تحقیق الارنووط ۱۴۶۹۴)۔

اِن حضرات کی اِس توجیہ کی تائید مسندِ بزار (۴۱۱۲) میں موجود حضرت ابوالدرداءؓ کی اِس روایت سے بھی ہوتی ہے: رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم: الصلاة في المسجد الحرام بمئةِ ألفِ صلاة، والصلاة في مسجدي بألفِ صلاة، والصلاة في بيت المقدس بخمس مئة صلاة. وقال البزار: إسناده حسن.

حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں: فوضح بذلك أن المراد بالاستثناء تفضيل المسجد الحرام، وهو يرد على تأويل عبد الله بن نافع وغيره (کہ اِس سے اُس استثناء کی مراد واضح ہوگئی، اور عبد اللہ ابن نافع وغیرہ علماء کی مذکورہ بالا تاویلات کا رد ہوگیا)۔

نیز مسجدِ حرام کی نماز کے ایک لاکھ گنا کی یہ فضیلت "سننِ ابن ماجہ" (۱۴۱۳) میں بسندِ ضعیف حضرت اَنس ابن مالکؓ کی حدیث سے بھی وارد ہوئی ہے، اِسی طرح سندِ ضعیف ہی سے بحوالہ "معجم کبیر للطبرانی، زرکشیؒ نے "إعلام المساجد" (ص ۱۱۸) میں بروایت حضرت ابن عباسؓ یہی مضمون نقل کیا ہے، اِسی طرح "کتاب الآثار" (رقم: ۳۲۰ بروایت امام یوسفؒ) میں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے مرفوعاً بلاغاً بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

ابن عبدالبر مالکیؒ نے "التمہید" (۶/۲۳) میں عطاء بن ابی رباحؒ سے، اور (۶/۳۲) حضرت سفیان بن عیینہؒ سے گذشتہ احادیث کی توجیہ بھی یہی نقل کی ہے، ابن عیینہ کے الفاظ یہ ہیں: قال سفيان: فيرون أن الصلاة في المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلاة فيما سواه من المساجد (یعنی: سلف کا خیال تھا کہ مسجدِ حرام کی ایک نماز دیگر مساجد کے مقابلہ میں — سوائے مسجدِ نبوی کے — ایک لاکھ گنا افضل ہے)۔

خلاصۂ بحث:

۱-: مسجدِ نبوی کا ثواب دیگر مساجد کے مقابلہ میں ایک ہزار گنا ہے، سوائے مسجدِ حرام کے، کیوں کہ مسجدِ حرام کا ثواب مسجدِ نبوی سے زیادہ ہے۔

۲-: مسجدِ حرام کی مسجدِ نبوی پر یہ فضیلت دیگر مساجد کے مقابلہ میں سو گنا ہے۔

۳-: چوں کہ مسجدِ نبوی کی فضیلت دیگر مساجد کے بالمقابل ایک ہزار گنا ہے، اِس لیے اُس ایک ہزار کو سو گنا کیا جائے تو ایک لاکھ ہوجاتا ہے، لہٰذا مسجدِ حرام کی دیگر مساجد پر فضیلت ایک لاکھ گنا ہے۔

مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبہ الصلاۃ والسلام) کی مزید فضیلت؟

احادیثِ صحیحہ میں تو "مسجدِ نبوی" کی دیگر مساجد پر فضیلت "ایک ہزار گنا" ہی وارِد ہوئی ہے، مگر بعض روایاتِ ضعیفہ میں "پچاس ہزار گنا"، اور بعض میں "دس ہزار گنا" کا بھی ذکر ہے۔

(۱) چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ابن ماجہ (۱۴۱۳) میں اِس طرح ہے:

عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلاة الرجل في بيته بصلاة، وصلاته في مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاةً، وصلاته في المسجد الذي يُجمَّعُ فيه بخمس مئةِ صلاة، وصلاته في المسجد الأقصى بخمسين ألف صلاة، وصلاته في مسجدي بخمسين ألف صلاة، وصلاة في المسجد الحرام بمئةِ ألف صلاة.

آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے، محلہ کی مسجد میں پچیس گنا، جامع مسجد میں پانچ سو گنا، مسجدِ اقصیٰ میں پچاس ہزار گنا، میری مسجد (نبوی) میں پچاس ہزار گنا، اور مسجدِ حرام میں ایک لاکھ گنا۔

اِس روایت میں دو باتیں اہم ہیں: ایک تو مسجدِ نبوی کی فضیلت پچاس ہزار گنا ہونا۔ دوسرے مسجدِ اقصیٰ کے بالمقابل اُس میں زیادتی نہ ہونا۔ اور یہ دونوں ہی باتیں عام روایاتِ صحیحہ مشہورہ کے خلاف ہیں۔

اِس لیے کہ مسجدِ اقصیٰ سے متعلق مشہور روایات پانچ سو گنے اضافے کی ہیں (اگرچہ بعض روایات میں "ایک ہزار گنے" کا بھی ذکر ہے، اور حافظِ عراقیؒ کا میلان اُسی کو ترجیح دیتے ہوئے مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کی فضیلت کے درمیان تساوِی ہی کی طرف ہے (کما فی "طرح التثریب" ۶/۵۲)) مگر خطیب ابو بکر واسطیؒ

’’پچاس ہزار گنے‘‘ والی مذکورہ حدیث کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وهو حديث مضطرب؛ ’’أن الصلاة فيه بخمسين ألف صلاة‘‘، وهذا محال، لأن مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم أفضل منه، والصلاة فيه تفضل على غيره بألف صلاة، وقد روي في بيت المقدس التفضيلُ بخمس مئة، وهو أشبه. (فضائل البيت المقدس، ص ۵۱) (وہ حدیث مضطرب ہے، اِس لیے کہ اس میں مسجدِ اقصیٰ کے لیے ’’پچاس ہزار گنے‘‘ کا ذکر ہے، اور یہ ناممکن ہے، اِس لیے کہ مسجدِ نبوی بہر حال اس سے افضل ہے، اور اُس کا ثواب (احادیثِ صحیحہ کے مطابق) ایک ہزار ہی ہے (تو مسجدِ اقصیٰ کا پچاس ہزار کیوں کر تسلیم کیا جاسکتا ہے؟!)، ویسے مسجدِ اقصیٰ کے لیے پانچ سو گنے کی فضیلت بھی وارِد ہوئی ہے، اور دلائل کے لحاظ سے یہ زیادہ مناسب ہے)۔اھ۔

نیز اِس حدیثِ مذکور کی سند (ایک راوی کی جہالت، اور ایک کے ضعف کی بنا پر) نہایت ضعیف بھی ہے، اِسی وجہ سے علامہ ذہبیؒ نے بھی اِس پر ’’منکر جداً‘‘ کا حکم لگایا ہے (میزان الاعتدال ۱۰۱۵۳)۔

اِسی طرح حافظ ابن رجب حنبلیؒ: ابونصر ابن ماکولاؒ سے نقل فرماتے ہیں: هو حديث منكر، ورجاله مجهولون، وقد رُوي عن أنس نحوه من طرقٍ كلها لا تثبت (فضائل الشام للحنبلی ۳/ ۲۸۴)۔

۲- ’’دس ہزار گنا‘‘ کا لفظ حضرتِ انسؓ کی حدیث سے حافظِ منذریؒ نے بصیغۂ ’’عَن‘‘، ’’الترغیب والترهیب‘‘ (۱/ ۲۴۳) میں نقل کیا ہے، اور حافظِ عراقیؒ نے ’’تخريج الإحياء‘‘ میں (ص ۲۳۹ : پ) اس کی سند کو ’’ضعیف‘‘ قرار دیا ہے۔

اِسی طرح یہ لفظ زرکشیؒ نے ابن عباسؓ کی حدیث سے ’’معجم کبیر‘‘ للطبرانی کے حوالے سے نقل کرکے اس کو ’’غریب‘‘ کہا ہے۔

یہ تمام تر تفصیلات سوالِ اول کہ ’’مسجدِ نبوی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) میں نماز کی فضیلت سے متعلق جو متعدد روایات وارِد ہوئی ہیں اُن کی کیا حیثیت ہے، اور اُن میں کونسی روایت راجح ہے؟‘‘ کے جواب سے متعلق تھیں۔ (باقی دو سوالوں کے جواب اگلی اشاعت میں، ان شاء اللہ)

علمی تحقیق

دوسری و آخری قسط

مسجدِ نبوی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) میں نماز کا ثواب

مولانا محمد معاویہ سعدی

استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

۲- **دوسرا سوال** کہ ''بابِ فضائل میں اگر حدیثِ ضعیف، حدیثِ صحیح کے معارض ہو جائے تو کیا اس کو تعارض مان کر حدیثِ صحیح کو ترجیح دی جائے گی، یا دونوں حدیثوں پر عمل کیا جائے گا؟'' اِس کا عمومی جواب تو یہ ہے کہ:

آ: پہلے تو یہ دیکھا جائے گا کہ جو ''ضعیف'' ہے، اس کا ضعف سنداً قابلِ تحمل ہے، یا نہیں؟

ب: اگر سنداً قابلِ تحمل نہ ہوا پھر تو ردّ ہی کر دیا جائے گا، اور اگر لائقِ تحمل ہوا تو معارضہ پر نظر کی جائے گی، کہ معارضہ تامہ ہے، یا تطبیق کی کوئی شکل ہو سکتی ہے؟

ج: اگر تطبیق کی شکل ممکن ہو، اور کوئی اور عارض نہ ہو تو تطبیق دی جائے گی، ورنہ ''ضعیف'' کو اُس کے ضعف کے پیشِ نظر ردّ کر دیا جائے گا۔

شیخ عوامہ دامت برکاتہم حدیثِ ضعیف کے قبول کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

... أن لا يخالف هذا الضعيف حديث صحيح. قال: وأزيد تقييداً آخر لهذا الشرط، هو أن لا تكون المخالفة مخالفة تامة، بحيث لا يمكن الجمع بينهما، أما إذا أمكن الجمع فلا تعتبر مخالفة تامة۔ (حکم العمل بالحدیث الضعیف، ص ۱۱۰)

یعنی: حدیثِ ضعیف پر عمل کی منجملہ شرائط کے ایک یہ ہے کہ کسی حدیثِ صحیح سے معارض نہ ہو۔ شیخ فرماتے ہیں: اِس میں یہ شرط بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ یہ معارضہ واقعی معارضہ ہو، لہٰذا جب تک جمع ممکن ہو گا (وہ) معارضۂ تامہ متحقق نہ ہو گا (جو موجبِ ردّ ہوتا ہے)۔

اِس اُصول کی روشنی میں یہاں زیرِ بحث مسئلہ میں بھی علماء نے دونوں ہی طریقے اختیار فرمائے ہیں: ترجیحِ صحیح کا بھی، اور جمع و تطبیق کا بھی۔

۱- : ترجیحِ صحیح کی صورت: ابو زرعہ عراقیؒ اپنے والد حافظ ابو الفضل عراقیؒ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وأما الاختلاف في مسجد المدينة، فأكثر الأحاديث الصحيحة "أن الصلاة فيه خير من ألف صلاة"...، وقال: وأصح طرق أحاديث التضعيف في المدينة: "إنها أفضل من ألف" (طرح التثريب ۶/۵۱)۔

یعنی: جہاں تک مسجدِ مدینہ سے متعلق اختلافِ روایات کی بات ہے تو اکثر احادیثِ صحیحہ میں "ایک ہزار گنا" ہی کا ذکر ہے۔

ملا علی قاری، علامہ ابن حجرؒ سے "پچاس ہزار گنے" والی روایت کے بارے میں نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قيل: إنه حديث منكر، لأنه مخالف لما رواه الثقات (مرقاۃ المفاتیح، رقم الحدیث: ۷۵۲)

"خمسین آلف صلاۃ" والی روایت منکر ہے، اس لیے کہ وہ ثقات کی روایات کے خلاف ہے۔

۲- : جمع وتطبیق کی صورت: علامہ ابن حجر ہیتمیؒ اور ملا علی قاریؒ نے دو طرح سے جمع فرمایا ہے:

۱- پہلے فضیلت کم رہی ہو، پھر بفضلہ تعالیٰ (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور طلب کی برکت سے) اُس میں اضافہ کردیا گیا ہو، جیسا کہ اور بھی بہت سے اُمور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے اُمت کو اِس طرح کے مفاخر حاصل ہوئے۔ (مرقاۃ المفاتیح، رقم ۷۵۲)۔

۲- اِس کو اَفراد واَحوال کے اِختلاف پر محمول کرلیا جائے، کہ "صفتِ اِحسان" کے کمال وعدمِ کمال سے فضیلت میں اضافہ، یا کمی ہوسکتی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، رقم ۶۹۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) تیسرا سؤال کہ "لا مفہوم للعدد" جو اصول ہے، اس کا مطلب اور محمل کیا ہے؟"۔

اِس کا بھی عمومی جواب تو یہ ہے کہ "مفہومِ عدد" کا خلاصہ ہے: "تعليق الحكم بعدد مخصوص" (کسی حکم کو کسی مخصوص عدد پر معلق کرنا، یا کسی فضیلت کو کسی مخصوص عدد کے ساتھ مقید کرکے بیان کرنا)۔

یہ علی الاطلاق حجت ہے، یا مخصوص مواقع پر، یا معتبر ہے ہی نہیں؟ اِس سلسلے میں اُصولیین کے مختلف اقوال ہیں۔

اِمام نوویؒ تو "فضل صلاة الجماعة" کی روایات کے اختلاف کے تحت فرماتے ہیں :

ومفهوم العدد باطل عند جمهور الأصوليين۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۶۵۰)۔

مگر حافظ ابن حجرؒ کی تعبیر محتاط ہے، وہ فرماتے ہیں: والتحقيق أن دلالة مفهوم العدد ليست يقينيةً، وإنما هي محتملة (فتح الباری ۳/ ۱۲۵۰)۔

یہاں یہ واضح رہے کہ "مفہومِ عدد" کے اعتبار وعدمِ اعتبار کا یہ اختلاف اُن مواقع پر ہے جہاں حکم کو کسی خاص وصف یا علت کے ساتھ مقید کرنا مقصود ہو، جیسے "خمس من الفواسق" وغیرہ احادیث، اور جہاں پیشِ نظر صرف تکثیر وتفضیل ہی ہو، وہاں بالاتفاق یہ معتبر نہیں۔ قلت: ومحل الخلاف عدد لم يقصد به التكثير، كالألف، والسبعين (الوجیز فی أصول الفقہ الإسلامی ۲/ ۱۶۲)۔

احقر عرض کرتا ہے کہ مسجدِ نبوی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) میں فضیلتِ نماز سے متعلق اگرچہ بلحاظِ سند "الف" والی روایتیں ہی صحیح ہیں، لیکن وہاں بظاہر "الف" سے مراد تکثیر ہی ہے، تحدید نہیں، (کیوں کہ واللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَن یَشَاءُ کا قاعدہ تو ہر عمل اور ہر اجر میں جاری ہوسکتا ہے)، اِس لیے وہ "خمسین الف" والی روایات کے منافی نہیں، لہٰذا دونوں میں تعارض اور مخالفتِ تامہ کا ثبوت بھی نہ ہوا، بناء بریں اگر کوئی شخص بابِ فضائل پر نظر کرتے ہوئے "خمسین الف" والی روایات کو بھی (باوجود ضعفِ سند کے) قبول کرے، اور مسجدِ نبوی کی ایک نماز کا ثواب "پچاس ہزار گنا" باور کرے تو اللہ کا فضل بہت وسیع ہے، اور اِس میں کوئی بات خلافِ اُصول نہیں ہے، بلکہ حضرت سفیانِ ثوریؒ سے منقول ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ مسجدِ حرام کی نماز کا ثواب کتنا ہے؟ فرمایا: ایک لاکھ گنا، عرض کیا گیا: اور مسجدِ رسول کا؟ فرمایا: پچاس ہزار گنا.. اِلخ۔

اِس سے معلوم ہوا کہ فی الجملہ سلف کے ہاں بھی مسجدِ نبوی کے ثواب کی یہ فضیلت معہود وتسلیم شدہ تھی۔ واللّٰہ تعالیٰ أعلم، وعلمه أتمّ وأحكم، سبحانَك، لا عِلمَ لنا إلا ما عَلَّمتَنا، إنك أنتَ العليم الحكيم، وما توفيقي إلا بالله، عليه توكلت، وإليه أنيب۔

یہاں تک اَصل سوالات کے جوابات بفضلہ تعالیٰ وحسنِ توفیقہ پورے ہوگئے، اَب تکملۃً للموضوع واستطرادًا للباب موقع کے مناسب علماء کے ذکر کردہ بعض اضافی فوائد بھی پیشِ خدمت ہیں:

فائدۂ اُولیٰ: اِن مساجد میں جس نماز کی فضیلت وارد ہوئی ہے اُس سے کون سی نماز مراد ہے: فرض یا نفل، یا دونوں؟ اِمام طحاویؒ (وغیرہ بعض علماء) کی رائے ہے کہ یہ فرض کے ساتھ خاص ہے، نوافل اِس فضیلت میں شامل نہیں، اِس لیے کہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی ہی میں تشریف رکھتے

ہوئے یہ بات فرمائی تھی: صلاةُ أحدکم في بیته أفضل من صلاته في مسجدي إلا المکتوبة (تم میں کسی کا اپنے گھر میں نمازیں پڑھنا میری اِس مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، سوائے فرض نمازوں کے کہ وہ مسجد ہی میں ضروری ہیں)۔

اِس سے معلوم ہوا کہ نوافل کی اصل فضیلت گھر ہی میں پڑھنے میں ہے۔ طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہی حکم مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ کا بھی ہوگا (شرح مشکل الآثار ۲/ ۷۲)۔

مگر امام نوویؒ وغیرہ اکابر نے اس کو تسلیم نہیں فرمایا، اِس لیے کہ یہاں تقابل دوسری مساجد سے ہو رہا ہے، نہ کہ گھر وغیرہ دیگر مواضع سے، اِس لیے جب "صلوٰۃ" کا لفظ مطلق ہے تو سب ہی نمازوں کو عام ہوگا (شرح مسلم)۔

فائدۂ ثانیہ: اِسی پر مبنی یہاں دوسری بحث یہ ہے کہ اِضافۂ ثواب (ومضاعفتِ اجر) کی یہ فضیلت صرف نماز کے ساتھ خاص ہے، یا صدقہ، روزہ اور ذکر واذکار وغیرہ تمام عبادات کے لیے ہے، بعض روایات سے استدلال کرتے ہوئے علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ تمام ہی عبادات کے لیے ہے (إعلام الساجد بأحکام المساجد، ص ۱۲۶)۔

فائدۂ ثالثہ: تیسری بات یہ کہ یہ فضیلت صرف باعتبار اجر وثواب کے ہے، کفایت اور قضاء کے اعتبار سے نہیں بالاجماع، لہٰذا ایک نماز پڑھنے پر ثواب تو بڑھ کر ملے گا، مگر وہ نماز بہت سی قضاء نمازوں کی طرف سے کافی نہیں ہو جائے گی (طرح التثریب للولی العراقی ۶/ ۴۸، والمرقاۃ للقاری ۶۹۲)۔

فائدۂ رابعہ: چوتھی بات یہ کہ یہ فضیلت قدیم مسجدِ نبوی اور مسجدِ حرام کے ساتھ مخصوص ہے، یا جدید حصہ کو بھی عام ہے؟ مسجدِ نبوی کے بارے میں نوویؒ وغیرہ نے تو تصریح کی ہے کہ وہ اُسی قدیم حصہ کے ساتھ مخصوص ہے، پورے حرمِ مدینہ کے لیے عام نہیں ہے، اِس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "فی مسجدی ہذا" کہہ کر اپنی اسی موجود اور معہود مسجد کی تعیین وتاکید فرمادی تھی، مگر اِس حصر وتحدید میں ابوزرعہ عراقیؒ کو تردد ہے (أنظر: "طرح التثریب في شرح التقریب" ۶/ ۴۶)، بلکہ علامہ ابن حجر ہیتمیؒ نے تو اِضافہ شدہ حصہ کے لیے بھی اِس فضیلت کا جزم ہی کیا ہے (فتح الإله شرح المشکوۃ ۶۹۲)، اور ملا علی القاری نے اِسی کو مختار قرار دیا ہے (مرقاۃ المفاتیح ۶۹۲)۔ واللہ اعلم

مسجدِ حرام کے سلسلے میں بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں، علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں: يتحصل في المراد بالمسجد الحرام الذي تُضاعَف فيه الصلاة سبعة أقوال: الأول: أنه المكان الذي يحرم على الجنب الإقامةُ فيه. الثاني: أنه مكة. الثالث: أنه الحرم. الرابع: أنه الكعبة. الخامس: أنه الكعبة وما في الحجْرِ من البيت. السادس: أنه الكعبة والمسجد حولها. السابع: أنه جميع الحرم وعرفة (إعلام الساجد ص ۱۱۹)۔

یہ سات اقوال نقل کرنے کے بعد زرکشیؒ نے مختلف علماء کے حوالے سے اِس پر طویل بحث فرمائی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زرکشیؒ وغیرہ کے نزدیک یہاں "مسجدِ حرام" سے مراد کعبہ شریف اور اُس کے مخصوص ومحدود اَطراف ہی ہیں، پورا حرم نہیں۔

اِسی طرح ملا علی قاریؒ نے چار اقوال نقل فرمائے ہیں: اول حرم، دوم مسجدِ جماعت، اور اِسی کو حنفیہ کا قولِ مختار قرار دیا ہے، تیسرے پورا مکہ، چوتھے خاص کعبہ (مرقاۃ المفاتیح، رقم ۶۹۲)۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں... : بخلاف المسجد الحرام، فإنه لا يختص بما كان أولاً هو المسجد، بل يَعُمُّ جميع الحرم الذي يَحْرم صيدُه على الصحيح، ذكره النووي وغيره.

(قُوت المغتذی علی جامع الترمذی للسیوطی ار ۱۵۳)۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ اِس قول کی تائید اِس سے بھی ہوتی ہے کہ "مسندِ ابوداود طیالسی" (۱۴۶۴) میں رَبیع ابن صَبیح، عن عطاء بن ابی رباحؒ کے طریق سے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی ایک روایت ہے (جو مسند احمد وغیرہ کے حوالہ سے پہلے گذر چکی)، اس کے آخر میں ہے کہ ربیع بن صبیح نے اپنے اُستاذ عطاء سے دریافت کیا: یا ابا محمد! اِضافۂ اَجر کی یہ مذکورہ فضیلت صرف مسجدِ حرام کے ساتھ مخصوص ہے، یا پورے حرم میں ہے؟ اِس پر عطاء نے فرمایا: لا، بل في الحرم، فإن الحرم كله مسجدٌ (نہیں، بلکہ پورے حرم میں ہے، اِس لیے کہ حرم پورا کا پورا مسجد ہے)۔

حافظ ولی الدین عراقیؒ نے لکھا ہے کہ "مسجدِ حرام" کا اِطلاق قرآن کریم میں چار معانی کے لیے ہوا ہے: ایک نفس کعبہ، دوسرے کعبہ اور اُس کے اِرد گرد، تیسرے جمیعِ مکہ، چوتھے جمیعِ حرم (طرح التثریب ۶: ۵۳)۔

فائدۂ خامسہ: مفسر ابوبکر نقاشؒ ایک لاکھ گُنے والی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

میں نے اِن نمازوں کے اجر وثواب کا حساب لگایا تو مسجدِ حرام کی ایک نماز کا ثواب: پچپن سال، چھ ماہ، بیس دن کی نمازوں کے برابر ہو گیا، اور ایک پورے دن کی (صرف فرض) نمازوں کا ثواب: دوسو ستّر سال، نو ماہ، دس دن کے برابر ہو گیا (شرح القسطلانی علی البخاری ۲؍ ۳۴۴)۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اِن سب موعود فضائل وبرکات سے مستفیض ومستفید ہونے کا ذوق وشوق نصیب فرمائیں، اور اپنی رحمتوں سے سرفراز فرمائیں، اور اِن محرّرہ سطور کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر، ذخیرۂ آخرت بنائیں، آمین یا أرحم الراحمین۔